دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

تحریر:۔ جناب محمد اسلم سیف فیروزپوری ۔ ماموں کانجن

شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ پر نظم و نثر اردو، عربی، فارسی، پشتو بنگلہ۔ انگریزی، فرانسیسی اور دیگر زبانوں میں اب تک سینکڑوں ارباب دانش۔ اصحاب علم دادِ سخن دے چکے ہیں آئندہ نامعلوم سینکڑوں ہزاروں اہل قلم علامہ صاحب کو کس کس انداز میں اور کن کن اسالیب میں خراج عقیدت پیش کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ ۱۹۸۷ء کی سب سے بڑی شخصیت تھے آج کی اس مجلس میں علامہ صاحب کی زندگی کا ایک پہلو جیسے شجاعت، بسالت، تہور۔ جرأت، بیباکی، بے خوفی اور بطلیت کہا جاتا ہے، کے بارے میں عرض کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ہم ابطال، اشجاع اور نڈر افراد و اشخاص کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس حقیقت کے اعتراف کے بغیر چارہ نہیں کہ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ جیسی سرآمدِ روزگار شخصیتیں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ لیل و نہار کی لاکھوں گردشوں کے بعد مادر گیتی وطن سے ایسی بہادر شخصیتیں جنم لیتی ہیں۔ اقبال مرحوم نے شائد ایسی نادرۂ روزگار اور عبقریت کی حامل شخصیتوں کو پیشِ نظر رکھ کر کہا تھا ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے۔
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

برصغیر پاک و ہند میں یوں تو بڑی بڑی شخصیتیں بطنِ گیتی سے اُٹھیں۔ ایک عرصہ تک جن کا پورے ملک میں چرچا رہا، سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ، مولینا سید داؤد غزنویؒ مولینا ثناء اللہ امرتسریؒ۔ مولینا محمد ابراہیمؒ سیالکوٹی۔ علامہ شبلی نعمانیؒ قاضی محمد سلیمان منصورپوری۔ مولینا ظفر علی خانؒ۔ لیکن جن دو شخصیات کا پورے برصغیر میں طوطی بولتا تھا۔ وہ تھے امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ متوفی فروری ۱۹۵۸ء رئیس الاحرار مولینا محمد علی جوہر متوفی ۱۹۳۰ء اللہ تعالیٰ نے ان دو شخصیات کو جو بہادری۔ شجاعت۔ بسالت۔ جرأت، بے باکی، بے خوفی اور تہور عطا

فرمایا تھا۔ ان کی صحیح جھلک علامہ احسان الٰہی ظہیر کی حیات مستعار میں صاف دکھلائی دیتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ خالقِ کائنات نے احسان الٰہی ظہیر کو وہ سب کمالات اور تمام صلاحیتیں وہ تمام قابلیتیں پوری فیاضی سے عطا فرمائی تھیں جو ایسے راہنماؤں اور نابغۂ عصر شخصیتوں کے لیے ضروری ہیں، وہ راہنما جو ملکوں اور قوموں میں انقلاب لاتے ہیں۔ سوتی لبستی جگاتے ہیں اور ممولوں کو شہباز سے لڑا دیتے ہیں جو خلوص و استقامت کا ایک دریائے بیکراں اور علم و فضل کا بحرِ بے کنار ہوتے ہیں۔ قسام ازل سے ایسی شخصیتوں کو پارے کی بے قراری بجلیوں کی بے تابی، آبشاروں کا خروش، پہاڑوں کی ہیبت، خطابت کی جادوگری، شخصیت کی دلآویزی۔ خلقی اور فطری محبوبیت کی جاذبیت بکثرت ملتی ہیں۔

عصر حاضر میں علامہ احسان الٰہی ظہیر مذکورہ بالا اوصاف کے صحیح حامل تھے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ پر ہماری مفصل کتاب جسے ہم اپنے فاضل دوست جناب بشیر انصاری مدیر اعلیٰ الاسلام کے اشتراکِ عمل سے مرتب کر رہے ہیں وہ دس ابواب پر مشتمل تقریباً آٹھ سو صفحات پر بکھری ہوئی ہے۔ پوری تفصیل کے ساتھ ایک بے نظیر کتاب کی صورت میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو رہی ہے جو بہت جلد قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گی علامہ صاحب کی یہ سوانح حیات برصغیر پاک و ہند میں تحریک اہل حدیث کا ایک مرقع ہوگی۔

علامہ صاحب کی زندگی کی تمام جزئیات، کلیات اور تفصیلات نہایت مربوط انداز میں اس میں آچکی ہیں ملک و ملت میں علامہ صاحب نے جو غیر فانی اور لازوال نقوش ثبت کیے ہیں ان کی ہنگامہ آرائیاں اور جلوہ افروزیاں اس کتاب کے بغیر شائد کہیں یکجا نہ ملیں یہ کتاب علوم و معارف کا گنجینہ۔ حیات احسان الٰہی ظہیرؒ کا خزینہ ہوگی لیکن آج ہمارا موضوع علامہ صاحب کی جرأت و شجاعت اور تہور و بیباکی ہے اگرچہ یہ موضوع بھی بہت طویل ہے اس موضوع کی تمام تر تفصیلات بھی آپ کو ہماری تصنیف "علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ ایک عہد ایک تحریک" میں ملیں گی۔ سردست ہم اس مضمون میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کے چند واقعات مختصراً پیش کرتے ہیں۔

ختم نبوت زندہ باد

علامہ احسان الٰہی ظہیر ۱۹۶۷ء کے آخر میں مدینہ یونیورسٹی سے مراجعت فرمائے وطن ہوئے شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی مرحوم نے مولانا سید عبدالواحد غزنویؒ، مولانا سید احمد علی غزنویؒ مولانا سید

داود غزنوی رحؒ کی مسند چینیانوالی مسجد میں علامہ صاحب کو لا بٹھایا۔ دور ایوبی اپنے عروج پر تھا سید احمد سعید کرمانی مغربی پاکستان کے وزیر اطلاعات تھے۔ کرمانی صاحب نے قادیانیوں سے اپنے دیرینہ تعلقات کی وجہ سے ان کو تحفظ دینا شروع کیا۔ آغا عبدالکریم شورش کاشمیری مرحوم متوفی اکتوبر ۱۹۷۵ء کو محض مسئلہ ختم نبوت بیان کرنے کی پاداش میں گرفتار کر لیا گیا ان کا پریس ضبط کر لیا گیا۔ شورش کاشمیری کو کراچی جیل میں بھیج دیا گیا۔ ملک کی مذہبی دنیا پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جلسہ باز علماء کرام پر سکوت مرگ طاری تھا۔ منبر و محراب کی زبانیں گنگ ہو چکی تھیں وہ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے عنفوان شباب کا زمانہ تھا۔ وہ حال ہی میں مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہو کر مسجد چینیانوالی لاہور میں پہنچے تھے چنانچہ ابن تیمیہؒ کا یہ جانشین، احمد بن حنبلؒ کا یہ وارث اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا یہ روحانی فرزند پوری شجاعت سے عواقب و نتائج سے بے پرواہ ہو کر میدانِ وغا میں اترا۔ ایوب شاہی اور کرمانی ذہنیت کو للکارا۔ اور ہر جمعہ کو تازہ اشتہار چھپوا کر ختم نبوت کے موضوع پر نہ صرف ایوب شاہی کو چیلنج کیا بلکہ انہیں خوب لتاڑا اور انہیں بتایا کہ اسلام کی راکھ میں ایسی چنگاریاں ابھی باقی ہیں جو تمہیں چشم زدن میں بھسم کر سکتی ہیں اور حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے ہر جمعہ میں سامعین میں ارتعاش پیدا کرتے رہے تا آنکہ علامہ صاحب کی شجاعت اور استقامت نے حالات کے دھارے کو صحیح رخ پر موڑ دیا۔

حق کی پکار

۱۹۷۳ء میں صوبہ سندھ میں ممتاز علی بھٹو کے اقتدار و اختیار کا طوطی بولتا تھا ممتاز علی بھٹو نے اپنے اقتدار کو تحفظ دینے اور وفاقی حکومت میں اپنے تشخص کو ابھارنے کے لیے پوری بے رحمی سے سندھ میں لسانی فسادات کروا ڈالے ممتاز بھٹو کے اس فتنہ سے شہر تو قدرے محفوظ رہے لیکن دیہاتوں میں بیسیوں غیر سندھی مسلمان تہہ تیغ کر دیئے گئے، سینکڑوں اور ہزاروں زخمی ہو گئے۔ مکانوں اور دکانوں کو آگ لگا دی گئی۔ بے شمار جانی اور مالی نقصان ہوا پنجاب سے جو وفد سندھ کے حالات کا جائزہ لینے اور اس لسانی آتش فشاں کو ٹھنڈا کرنے اور بھٹو شاہی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ملکی حالات کو صحیح ڈگر پر لانے کے لیے سندھ کو روانہ ہوا ان میں نوابزادہ نصر اللہ خاں کے ساتھ سا تھ سب سے قد آور علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کی ذات گرامی تھی۔

علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کی بھٹو شاہی کے خلاف للکار اور یلغار نے چند دنوں میں سندھی

سیاست کے دھارے کا رخ موڑ دیا۔ علامہ صاحب کی شعلہ بیانی۔ آتش نوائی، جرأت و بیباکی اور شجاعت نے ممتاز بھٹو کی سازش اور جبر و تشدد کے نقاب کو الٹ کر رکھ دیا علامہ صاحب نے اپنے ولولہ انگیز خطابات میں فرمایا کہ میں پنجاب سے حق کی پکار بن کر آیا ہوں۔ باب اسلام سندھ میں ممتاز بھٹو کی کسی سیاسی خباثت، لسانی سازش اور جبر و تشدد کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ صاحب اور ان کے رفقاء کا یہ ہفت روزہ دورۂ سندھ کے حالات کو پرسکون بنانے میں انتہائی ممد ثابت ہوا۔

کھر کا دورِ حکومت اور علامہ صاحب

پنجاب میں گورنری کے منصب پر بڑی جابر متشدد۔ ظالم اور نہایت اہل علم شخصیتیں براجمان ہوتی رہی ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے پنجاب کی تذلیل کرتے ہوئے ایک نیم خواندہ شخصیت غلام مصطفےٰ کھر کو پنجاب کا گورنر بنایا۔ کھر کا دورِ حکومت جبر و تشدد ظلم و طغیان اور غضب و نہب کا دور تھا۔ کھر نے پورے پنجاب میں سناٹا طاری کر رکھا تھا کھر کے دورِ حکومت میں بڑی بڑی شخصیتوں کے پتے آب آب ہو چکے تھے کوئی شخص کھر سے پنجہ آزمائی کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ کھر کی قہرمانیت کے خلاف سب سے پہلے آغا شورش کاشمیری مرحوم میدان میں اترے پھر ان کے تتبع میں علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ بھی میدان میں آگئے لاہور۔ راولپنڈی۔ گوجرانوالہ۔ فیصل آباد۔ ملتان، بہاولپور۔ وہاڑی۔ بورے والہ، میاں چنوں، خانیوال میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کی رعد آسا ولولہ انگیز، جرأت آمیز اور ایمان افروز خطابات نے سیاسی طور پر کھر کا انجر پنجر ہلا ڈالا۔ کھر نے علامہ احسان الٰہی ظہیر پر ایک درجن کے قریب مقدمات دائر کرلئے ان میں ایک قتل کا مقدمہ بھی تھا لیکن کھر کی کوئی دھمکی علامہ صاحب کو نہ ڈرا سکی نہ جھکا سکی۔ اور نہ ہی کوئی پیشکش ان کے قدموں کو ڈگمگا سکی۔ علامہ صاحب کی جرأت، بیباکی اور شجاعت نے کھر صاحب کو اپنے اقتدار و اختیار سے دست بردار ہونے پر مجبور کر دیا۔

حنیف رامے کا دورِ حکومت

بھٹو گردی نے پنجاب کی سیاست میں ہمیشہ مد و جذر رکھا۔ پنجاب کی وزارت علیا اور پنجاب کی گورنری میں کسی پنجابی لیڈر کو جم کر کام نہیں کرنے دیا بلکہ پنجاب کی سیاست کو ملک معراج خالد ملک غلام مصطفےٰ کھر مخدوم صادق قریشی۔ مسٹر حنیف رامے کے محور پر گھمایا۔ تاکہ اس افراتفری کی سیاست میں آخری مقام بھٹو صاحب کو ہی حاصل رہے۔ بھٹو ہی کی بات حرفِ آخر سمجھی جائے مسٹر رامے

ادیب، دانشور، صحافی، آرٹسٹ اور سوشلزم کے حامی ہیں۔ ایک عرصہ تک وہ دال روٹی کے علمبردار بھی رہے۔ بایں دعویٰ، بایں غربت اس مہنگائی کے دور میں وہ کئی برس امریکہ میں بھی غریبوں کے غم میں گھلتے رہے ہیں۔

رامے صاحب دین کے معاملے میں بھی اپنی عظیم دانش کے دعویدار ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی وزارت علیا کے زمانے میں لاہور اسمبلی ہال میں لاہور شہر کے تمام مکاتب فکر کے علماء فضلائ، خطباء اور مبلغین کا ایک اجلاس بلایا جس میں لاہور کے تمام مکاتب فکر کے نامور علماء شامل تھے علامہ صاحب مرحوم کو بھی رامے صاحب نے پہلے فون، پھر سپیشل پیغام بھیج کر مدعو کیا علامہ صاحبؒ جب اس اجلاس میں تشریف لائے تو رامے صاحب اپنے خطاب میں علماء کو گھور رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میں قرآن کا ایک طالب علم ہوں لیکن پورے قرآن میں العیاذ باللہ مجھے کہیں بھی اسلامی دستور نظر نہیں آیا رامے صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ علماء میں راست بازی اور جرأت اظہار نہیں ہے وہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے دب جاتے ہیں۔ علماء کی اکثریت ماشاءاللہ اور سبحان اللہ کے ڈونگرے برسا رہی تھی۔ رامے صاحب اپنا خطاب ختم کر کے جب بیٹھ گئے تو علامہ صاحبؒ از خود فوراً اٹھے اور رامے کے پاس جا کر سٹیج پر خطاب شروع کر دیا۔ علامہ صاحبؒ نے اپنے روایتی گھن گرج میں فرمایا کہ میں قرآن کے طالب علم سے مخاطب ہوں اور اسے بتانا چاہتا ہوں کہ تم نے دنیا میں سب سے بڑا جھوٹ بولا ہے۔ اگر قرآن میں اسلامی دستور نہیں تو بتاؤ پھر قرآن میں ہے کیا؟ قرآن نے خدائی احکام کے بغیر باقی سب کو طاغوت قرار دیا ہے قرآن تم جیسے کج فکر، کج فہم، کج ذہن انسانوں کو طاغوت ہی قرار دیتا ہے۔ قرآن کے ایک ایک لفظ میں اسلام کا دستور حیات مضمر ہے۔ قرآن اسلامی دستور کی بنیادی دفعات کے متن کی حیثیت رکھتا ہے۔ سرور کائنات علیہ السلام کے فرمودات اس کی تشریح۔ توضیح اور تفسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن کریم ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت کو جا بجا زور دار الفاظ سے واضح کرتا ہے اطاعت رسول، اتباع رسول اسوۂ رسول کا دوسرا نام اسلامی دستور ہے۔ قرآن پاک نے صاف کہا کہ

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم
ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً ٥

دوسری جگہ قرآن نے فرمایا۔

یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول ہ

تیسری جگہ قرآن پاک نے اسلامی دستور کی مرکزیت اور قطعیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

وماکان لمؤمنٍ ولامومنةٍ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً ہ

قرآن کے اس ارشاد

ماا تکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا کے بعد اسلامی دستور سے گریز وفرار کی کوئی راہ باقی رہ جاتی ہے ؟ اس موضوع پر بحمداللہ میں قرآنی آیات کا انبار لگا سکتا ہوں۔ قرآن پاک نے اسلامی دستور کے منکروں کو واشگاف الفاظ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکٰفرون ایک آیت میں فرمایا فاسقون اور ایک آیت میں ظٰلمون فرمایا۔ علامہ صاحبؒ کی جرأت اور اس دلیری پر مجمعٔ علماء الحمدللہ کہتا جا رہا تھا

علامہ صاحبؒ نے پوری جرأت سے رائے صاحب کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا کہ ایک عالم بیس برس سے اوقاف کی مسجد کا خطیب ہے اس کے بچے بچیاں جوان ہیں۔ وہ بالواسطہ آپ کا ملازم ہے۔ اب اگر وہ جرأت اظہار سے کام لیتا ہے راست بازی اور صداقت شعاری کا ثبوت دیتا ہے تو رائے صاحب اور اس کے یمین وبسیار اولاً اسے مسجد کی امامت و خطابت سے موقوف کر دیں گے ثانیاً اس کو اس کی مسجد سے اٹھا کر سینکڑوں میل دور کہیں کسی دور افتادہ مقام پر اس کا تبادلہ کروا دیں گے اب تمہی بتاؤ کہ وہ جرأت اظہار کیسے کرسکتا ہے اور راست بازی کا ثبوت کیسے بہم پہنچا سکتا ہے ؟ کیونکہ اسکے سر پر تمہارے اختیار واقتدار کی تلوار لٹکتی ہے میں تمہارا ملازم نہیں میں تمہیں روکتا بھی ہوں اور لٹکتا بھی ہوں اور انشاءاللہ ہمیشہ احتساب کا ڈنڈا بن کر تمہارے سر پر لٹکتا رہوں گا۔ رائے صاحب کی پیشانی عرق آلود ہو چکی تھی اسے بری طرح پسینے چھوٹ رہے تھے۔ علامہ صاحبؒ کی بے باکی اور بہادرنی سے

اس کے چہرے کا رنگ فق ہو چکا تھا۔ علامہ صاحب رحمہ اللہ کے بعد کسی عالم نے تقریر نہیں کی۔ مولینا سید ابوبکر غزنوی کو دعوت سخن دی گئی تو سید صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا میرے بھائی علامہ صاحب کے خطاب کے بعد میں مزید گفتگو کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ مولوی محمد بخش مسلم، مولینا عبیداللہ انور رحمہ اللہ۔ مولینا احسان اللہ فاروقی رحمہ اللہ۔ مولینا محمود رضوی، مولینا عبدالقادر آزاد شاہی مسجد والے سٹیج پر آئے اور سب نے یہی کہہ کر بات ختم کر دی کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کے خطاب کے بعد مزید کسی بات کی گنجائش نہیں۔ رامے صاحب نے دوسرے کمرے میں علماء کی چائے کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ علماء کرام چائے کے لیے تشریف لے گئے۔ علامہ صاحب رحمہ اللہ باہر کو چلے گئے رامے صاحب نے آدمی بھیج کر چائے کے لیے علامہ صاحب کو بلوایا۔ رامے صاحب کی میز پر ایک کرسی خالی تھی علامہ صاحب بڑھ کر اسی کرسی پر براجمان ہو گئے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے رامے صاحب کی میز سے ایک بسکٹ اٹھا کر رامے صاحب سے کہا کہ تم مساوات کے علمبردار ہو۔ بتاؤ جو بسکٹ تمہاری میز پر رکھے گئے ہیں کیا وہی علماء کی میز پر ہیں؟ ارے جو لوگ چائے کی میز پر مساوات نہیں کر سکتے وہ کس منہ سے مساوات کے علمبردار بنے ہوئے ہیں؟ اور ان سے کیسے انصاف کی توقع کی جا سکتی ہے۔ رامے صاحب اس تفاوت کے ثبوت سے پسینہ میں شرابور ہو گئے اور حکم دیا کہ علماء کی میزوں سے پہلے بسکٹ اٹھوائے جائیں اور وہی بسکٹ علماء کو پیش کئے جائیں جو میری میز پر رکھے گئے ہیں جب مجلس برخاست ہوئی تو ایک حنفی بزرگ نے فرمایا احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا جانشین اہل حدیث عالم ہی ہو سکتا ہے ایک بزرگ نے کہا کہ علامہ صاحب رحمہ اللہ تمہی ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے وارث ہو سکتے ہو۔ الغرض علماء کی اکثریت نے علامہ صاحب کی جرأت، بیباکی اور شجاعت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

تحریک نظام مصطفےٰ

۱۹۷۷ء میں انتخابات میں پیپلز پارٹی کی دھاندلیوں کے ردعمل میں قومی اتحاد کے سٹیج سے ایک زبردست اور مثالی تحریک چلی۔ تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے قدآور شخصیت علامہ صاحب رحمہ اللہ ہی نظر آتے ہیں۔ جب قومی اتحاد کے مرکزی قائدین گرفتار کر لیے گئے لاہور صف ثانی اور صف ثالث کے لیڈروں سے خالی ہو گیا اور قومی اتحاد میں شامل جماعتوں کے صوبائی قائدین بھی حراست میں لے لئے گئے لاہور اور کراچی میں کرفیو نافذ کر دیا گیا تو اس وقت پوری شجاعت اور حوصلے سے علامہ صاحب نے تحریک نظام مصطفےٰ کی قیادت سنبھالی، جس جرأت، بے باکی

حوصلے، ہمت اور بہادری سے علامہ صاحبؒ نے نظام مصطفےٰ کی تحریک کی قیادت فرمائی وہ ہماری اسلامی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے کرفیو کے نفاذ کے باوجود علامہ صاحبؒ بھیس بدل بدل کر مسجد شہدا میں بڑی شجاعت سے خطاب فرماتے رہے اور پورے پاکستان کے کارکنوں کی راہنمائی فرماتے رہے علامہ صاحبؒ اس وقت بھٹو گردی کے خلاف نہ صرف شمشیر برہنہ بلکہ دو دھاری تلوار بنے رہے اس باب میں علامہ صاحبؒ کا کردار اتنا شجاعانہ ہے کہ تاریخ پاکستان اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حتیٰ کہ قومی اتحاد کے جلوس کو دیکھ کر ملٹری نے لکیر کھینچ دی کہ جو اسے کراس کرے گا۔ وہ ملٹری کی گولی سے بچ نہیں سکے گا علامہ صاحبؒ نے جرأت مومنانہ تگ و تاز مجاہدانہ اور جذبہ شجاعانہ سے کام لے کر سینے کے بٹن کھولتے ہوئے لکیر سے آگے بڑھ کر فرمایا کہ میں لکیر عبور کر چکا ہوں اگر تم میں ہمت ہے تو میرا سینہ گولیوں سے چھلنی کر دو ہم نے آگے بڑھنا سیکھا ہے پیچھے ہٹنا نہیں سیکھا۔ ہمیں جھپٹنا آتا ہے پلٹنا نہیں آتا۔ علامہ صاحبؒ کی اس بہادرانہ جرأت سے متاثر ہو کر ملٹری نے لاہور سے کرفیو اٹھا لیا۔

ذوالفقار علی بھٹو اور علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ

پاکستان میں بھٹو شاہی کا دور آمریت اور من مانی کارروائیوں میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے بھٹو صاحب عوام کے کندھوں پر سوار ہو کر ایوان اقتدار تک پہنچے لیکن بھٹو صاحب نے بے مثال عوامی حمایت کا صلہ عوام کو عوامی مارشل لاء کی شکل میں دیا، ملٹری کا مارشل لاء تو بارہا دیکھا اور سنا ہے لیکن عوامی مارشل لاء کا در بطن شاعر وجود نہیں لیکن قائد عوام نے عوامی مارشل لاء کے نام پر چیف مارشل لاء بن کر دکھایا اور پاکستان کو دنیا بھر میں رسوا کیا عوامی مارشل لاء کے خلاف سب سے پہلے زوردار آواز جو منٹو پارک میں عید کے زبردست [اور] عظیم تاریخی اجتماع میں اٹھی۔ وہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کی آواز تھی۔ علامہ احسان الٰہیؒ نے اپنے اسلاف کی عظیم روایات کا تحفظ کرتے ہوئے اس تاریخی اجتماع میں بھٹو شاہی کو للکارا اور صاف صاف کہا اگر تم عوامی مارشل لاء کے نام پر اپنی آمریت قائم کرنا چاہتے ہو تو تمہیں قائد عوام کہلانے پر شرم آنی چاہیئے بالکل اسی طرح بطل حریت حضرت مولینا سید داؤد غزنوی علیہ الرحمہ نے منٹو پارک کے عید کے عظیم اجتماع میں ایوب خان اور اس کے مارشل لاء کو للکارا اور ہدف تنقید بنایا تھا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ بھٹو کے دور آمریت اور دور فسطائیت میں شمشیر برہنہ بن کر بھٹو شاہی کے سر پر لٹکتے رہے پورے ملک میں منبر و محراب سے سب سے پہلی اور سب سے زوردار آواز

جو بھٹو ایسے فاشسٹ کے خلاف اٹھی تو وہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کی آواز تھی۔ بھٹو کا دورِ حکومت سیاسی جماعتوں، سیاسی ورکروں اور دینی حلقوں کے لیے ابتلا و آزمائش کا دور تھا۔ بھٹو شاہی کے خلاف سیاسی جماعتوں کا جو قافلہ خم ٹھوک کر میدان میں اترا۔ علامہ صاحبؒ بھی اس قافلہ کے حُدی خوانوں میں سب سے نمایاں تھے علامہ صاحب نے اس جماعت میں شمولیت اختیار کی جو بھٹو کے خلاف شمشیرِ بے نیام کی حیثیت رکھتی تھی۔ یعنی تحریکِ استقلال۔ علامہ صاحبؒ نے بھٹو کے دورِ آمریت میں بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خاں کوہِ استقلال چوہدری ظہور الٰہی شہید آبروئے شجاعت ائرمارشل اصغر خاں کا پوری بہادری، استقامت اور جرأت سے حقِ رفاقت ادا کیا سچی بات یہ ہے کہ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ جہتی جھلک نمایاں تھی مقدمات کی بھرمار کے باوجود بھٹو شاہی کے جبر و تشدد کے باوصف علامہ صاحب ہمیشہ سر اونچا کر کے چلتے تھے۔ بھٹو کی آمریت قہرمانیت، جبر و تشدد اور عظیم پیشکشیں علامہ صاحب کو نہ ڈگمگا سکیں اور نہ ہی علامہ صاحب کے پائے استقلال میں کوئی لرزش پیدا کر سکیں۔ اور نہ ہی ان کے عزمِ راسخ اور جذبہ و ولولہ میں کوئی تذلزل پیدا ہو سکا۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات اور تحریک نظامِ مصطفےٰ میں علامہ احسان الٰہیؒ نے جس شجاعت، بسالت، بہادری اولی العزمی۔ جرأت و استقامت اور بے باکی کا مظاہرہ فرمایا وہ تاریخ بحالیٔ جمہوریت اور نفاذِ اسلام میں ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

جنرل ضیاء الحق کا دورِ حکومت

جنرل ضیاءُ الحق نوے دن میں انتخابات کے وعدہ پر اقتدار و اختیار پر قابض ہوئے تھے۔ پانچ شرعی حدود کا نفاذ کیا لیکن جنرل صاحب نے عملاً کسی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ نام نہاد ریفرنڈم کا سوانگ بھی اسلام کے نام پر رچایا گیا لیکن اسلام خوردبین لگا کر بھی ملک بھر میں کہیں نظر نہیں آتا۔ جنرل ضیاءُ الحق کے عملی تضاد نے حساس اور ذہین طبقے کو دینی اقتدار سے بیزار کر دیا جنرل ضیاء الحق نے اپنی سیاسی حکمت عملی سے ہر جماعت میں پھوٹ ڈال کر مفاد پرستوں اور ضمیر فروشوں کا ایک حصہ اپنی تائید و حمایت پر آمادہ کر لیا خصوصاً دیوبندیوں، بریلویوں، شیعوں اور اہل حدیثوں کے بعض نامور علماء کو اپنا حاشیہ بردار بنا لیا علماء کرام کو دینی مدارس سے تعاون کے نام پر سرمایے کا دانہ ڈال دیا لیکن اس خود غرضی اور مفاد پرستی کے بدترین دور میں علامہ ظہیر برہنہ شمشیر بن کر جنرل ضیاءُ الحق کی پالیسیوں کے خلاف گرجتے اور برستے رہے پچھلے تین سالوں میں خطبات جمعہ، خطباتِ عیدین۔ سیرت کانفرنسوں، دینی

اجتماعات اور اہلحدیث کے تبلیغی جلسوں میں کوئی ایک موقع ایسا نہیں آیا جہاں علامہ صاحب نے پوری شجاعت اور بے باکی سے حکومت کے متضاد کردار غلط سیاسی پالیسیوں اور آمریت کو نہ للکارا ہو اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ علامہ صاحب نے متعدد مواقع پر جنرل ضیاء الحق کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جنرل صاحب ہم نے تحریک نظام مصطفےٰ میں قربانیاں چہرے بدلنے کے لیے نہیں دی تھیں بلکہ نظام بدلنے کے لیے دی تھیں جنرل صاحب ہم نہ حریفِ اقتدار ہیں نہ حلیفِ اقتدار ہیں ہم اہل حدیث ہیں ہم اس ملک میں صدیوں سے حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے ماریں کھا رہے ہیں ہمارا مقصدِ حیات ایک ہی ہے کہ اس ملک میں مکمل اسلام نافذ ہو۔ جنرل ضیاء الحق صاحب اگر آپ اسلام نافذ کر دیں تو آپ کی چاکری ہمارے لیے باعث عزت و افتخار ہوگی ورنہ سن لیں کہ جو ہاتھ بھٹو کی گولیوں کا رخ موڑ سکتے ہیں۔ وہ آپ کے ٹینکوں کا رخ بھی موڑ سکتے ہیں۔

جب دہشت پسندوں نے آبروئے پنجاب چوہدری ظہور الٰہی کو شہید کیا اس وقت علامہ صاحب نے جو خطاب فرمایا تھا وہ بھی ہماری "تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک شاہکار ہے علامہ صاحبؒ نے اپنے اس بہادرانہ خطاب میں فرمایا دہشت پسندو! تم نے ہماری متاعِ عزیز ہم سے چھین لی ہے حکمرانو! تم بھی سن لو ہم زندہ رہیں گے اور جئیں گے تو چوہدری ظہور الٰہی کی طرح جئیں گے اور مریں گے تو چوہدری ظہور الٰہی کی طرح شہادت کی موت مریں گے علامہ صاحب کے یہ "تاریخی الفاظ کس قدر صداقت پر مبنی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کے بلند مرتبے پر فائز فرما دیا اور چوہدری ظہور الٰہی کی زبان میں علامہ صاحب نے صاف صاف فرمایا نہ ہم ڈریں گے نہ دبیں گے نہ بکیں گے، ڈرنے والے ڈر گئے، دبنے والے دب گئے بکنے والے بک گئے۔ علامہ صاحب کے خطاب کا طنطنہ تقریر کا دبدبہ اور گفتگو کا ہمہمہ مسلم امر تھا اللہ تعالیٰ نے ان کا خمیر ایسی مٹی سے اٹھایا تھا جس میں ڈر خوف، اندیشہ فکر نام کی کوئی چیز نہ تھی ہم نے اپنے اکابر سے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعت، استقامت، جرأت، بہادری۔ بے باکی۔ تہور اولی العزمی اور بلند حوصلوں کی بے شمار کہانیاں سنی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے۔ حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کا ہمارے دل میں جو مقام اور عقیدت ہے اس کی بڑی وجہ ان کی جرأت و بے باکی ہے۔ ان کی شجاعت آمیز اور بے باک تحریروں نے نوجوانوں میں ولولہ تازہ اور عزم راسخ پیدا کیا ان کا

خارا شگاف قلم تلوار سے بھی زیادہ کاٹ رکھتا تھا ان کے قلم کی معجز نمائیوں نے ممولوں کو شہبازوں سے لڑا دیا انگریز جس کی حکومت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا جو ربع مسکون پر حکمران تھا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مولانا آزادؒ نے فرمایا تھا کہ انگریز ڈاکوؤں نے میرے ملک پر قبضہ کر لیا ہے میں ڈاکوؤں کی عدالت نہیں مان سکتا ۔ میں انگریز اور اس کے نظام حکومت کا باغی ہوں ۔ میں نے آزادی وطن کی آگ سلگائی ہے اسے کسی قیمت بجھنے نہیں دوں گا آزادی وطن کے لیے میری سرگرمیاں تادم واپسیں جاری رہیں گی ۔ فاقض ما انت قاض ۔ انگریز کی عدالت میں انگریز حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت امام الہند مولانا ابوالکلامؒ نے فرمایا تھا اے دزدانِ قافلہ انسانیت اے مجمع وحوش و کلاب تم میرے وطن سے کب رختِ سفر باندھو گے ؟ اور میرا ملک تمہاری نحوستوں سے کب پاک ہو گا ؟

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام الہند کی روح علامہ احسان الٰہی ظہیر میں حلول کر گئی تھی ۔ کیونکہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کے خطابات میں مولانا ابوالکلام آزاد کا وہی بانکپن وہی جرأت وہی بے باکی وہی حوصلہ ، وہی ولولہ ، وہی عزم راسخ ، وہی شجاعت ، وہی لیکار ، وہی للکار وہی یلغار ۔ وہی اقدام ۔ وہی سعیِ مسلسل وہی عملِ پیہم ۔ وہی انداز قلندرانہ تھا ۔ سیالکوٹ ، چنیوٹ کانفرنس اور جس اجتماع میں انہیں نشانہ بنایا گیا کی تقریریں کیسٹوں سے سن لیں یقین جانیے سننے والا علامہ صاحب کی جرأت اور انداز خطابت سے سہم جاتا ہے موجودہ حکمران کو انہوں نے صاف صاف الفاظ میں کہا کہ نہ میں تمہیں مانتا ہوں نہ تمہاری حکومت کو مانتا ہوں میں تمہارا باغی ہوں جاؤ جو تمہاری مرضی ہے میرے خلاف کر لو میں احمد بن حنبلؒ کا وارث ہوں میں ابن تیمیہؒ کا جانشین ہوں ۔ شاہ اسمٰعیل شہید کا روحانی فرزند ہوں میں اس راہ میں مر سکتا ہوں مٹ سکتا ہوں لیکن نہ دبوں گا نہ جھکوں گا ۔ علامہ صاحب کے اسلوبِ خطابت ، انداز بیان جرأت و بے باکی اور بے نظیر بہادری نے ملک میں نوجوانوں کی ایک بہت بڑی کھیپ تیار کر دی علامہ صاحب خود فرمایا کرتے تھے ۔

گئے وہ دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں

اب یہاں میرے رازداں اور بھی ہیں

حدیث یار تو بہت دراز ہے اس کی تفصیلات ہماری کتاب " علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ ایک عہد ایک تحریک " میں پڑھی جا سکتی ہیں ۔